مقالات

مسلمان اور امامت کبریٰ

(۲)

از جناب مولوی صدر الدین صاحب مدرسۃ الاصلاح سرائے میر

پچھلی صحبت میں صحیح بخاری کی یہ حدیث نقل کی گئی تھی کہ :-

لتتبعن سنن من کان قبلکم حذو النعل بالنعل حتی لو دخلوا جحر ضب لدخلتموہ قالوا الیہود والنصاریٰ؟ قال فمن؟

قسم ہے اللہ کی تم پچھلی قوموں کے راستوں پر چلکر قدم بقدم ان کی پیروی کروگے یہانتک کہ اگر وہ کسی گوہ کے سوراخ میں گھسی ہوں گی تو تم بھی اس میں داخل ہو کر رہوگے لوگوں نے پوچھا کیا ہم یہود و نصاریٰ کی پیروی کریں گے؟ فرمایا پھر اور کون!

اسے عالم الغیب کا ملہمانہ فیضان کہیئے یا فطرت کی نبض شناسی کا پیغمبرانہ کمال کہ اس نے انسانی طبیعت کے اتار چڑھاؤ اور قوموں اور جماعتوں کے ظاہر و باطن پر مرور زمانہ کے اثرات کا گہرا احساس کرکے جو حکم امت کے لیے لگایا تھا وہ حرف بہ حرف پورا ہو کر رہا۔ اقوام ضالہ کی داستان مغضوبیت اس کے سامنے تھی اس مغضوبیت کے اسباب ایک ایک کرکے اسے یاد تھے نیز اس کی حکیمانہ اور دوررس نگاہوں کو انسان ظلوم وجہول کی ساری فطری کمزوریاں نظر آرہی تھیں جو ان اسباب کو پیدا کرتی اور پروان چڑھاتی ہیں۔ آدمی کے اندر دو ہی قسم کی قوتیں ہیں، قوائے علمی اور قوائے عملی۔ اس لیے فطرت کی شاہ راہ سے تجاوز بھی دو شکلوں میں نمودار ہوا ہے علمی خرابیوں اور کج رویوں نے نصاریٰ کی شان و عزت ڈبوئی اور عملی بے اعتدالیاں یہود کو لے ڈوبیں۔ صحیفۂ فطرت کے ان ناقابل فراموش حقائق کو پڑھکر اور یہ دیکھکر کہ زمانہ نبوت کے برکات ختم ہوتے ہی دنیا کے

فتنے ہدایت الٰہی پر کس طرح غالب ہو جاتے ہیں، رسول عربی فداہ ابی وامی نے مسلمانوں کے آئندہ حالات کے متعلق جن خطرات کا اظہار کیا، کیا وہ عین حقیقت کی ترجمانی اور فطرت انسانی کی نبض شناسی نہ تھی؟ اہل کتاب کا وہ کونسا طرز عمل ہے جس کے اتباع میں مسلمانوں نے کوئی کسر اٹھا رکھی ہو؟ اُن کا کونسا نقش قدم ہے جس پر انہوں نے ٹھیک ٹھیک ناپ تول کر اپنے قدم نہ رکھے ہوں؟ ان کی علمی و عملی ضلالتوں کا کونسا شوشہ ہے جس سے ان کا نامۂ اعمال ابھی سیاہ نہیں ہوا ہے؟ قرآن حکیم نے یہودیوں اور عیسائیوں کے اعتقاد و عمل کی گوناگوں خرابیوں اور ان کے اسباب و نتائج کو ایک ایک کر کے بیان کیا ہے۔ ایک تفصیلی نظر اس بیان پر ڈالیے اور اس کے بعد لتتبعن سنن من قبلکم کی صداقت پر غور کیجیے۔

اہل کتاب کے جرائم

تفرقہ

شریعت الٰہی دنیا والوں کے لیے رحمت بن کے آتی ہے۔ اس کا مقصد امن و سلامتی کی زمین پر سعادت کے علم کو نصب کرنا اور ساری مخلوق الٰہی کو اختلاف و تشتت کے خارزار سے نکال کر وحدت اور مودت کے شیرازہ میں منسلک کرنا ہوتا ہے۔ انسانی طبائع کو جن کی خواہشیں ایک دوسرے سے بالکل جداگانہ اور بے جوڑ ہوتی ہیں کوئی چیز ایک نقطہ پر جمع نہیں کر سکتی۔ اور جب تمام افراد کا طبعی رجحان ایک نہ ہو دین و آخرت کی کسی کامیابی سے قوم ہمکنار نہیں ہو سکتی۔ شریعت آلٰہی اختلافات اور اہواء و آراء کے ہلاکت آفریں مفاسد کا قلع قمع کر کے سب کے سامنے ایک بلند نصب العین اور پاکیزہ قانون حیات پیش کرتی ہے جب کسی قوم کے بھلے دن آتے ہیں، تو وہ اس مرکز پر جمع ہو جاتی ہے اور یہ شریعت یا اس کی پاک اور بلند تعلیم اس جسم کی روح ہوتی ہے لیکن جب امت کا ستارۂ اقبال گردش میں آجاتا ہے اور وہ خدا کی بخشی ہوئی ہدایت کو چھوڑ کر خواہشات نفس کے اتباع کی طرف رجوع کرنے لگتی ہے تو اس روح وحدت میں اضمحلال پیدا ہو جاتا ہے اور پھر وہ وقت آجاتا ہے کہ قوم اپنی شقاوت کی تمام سیڑھیاں طے کر کے سنت الٰہیہ کو مجبور کر دیتی ہے کہ اس روح کو نکال لے اور قوم کے اس کھوکھلے پیکر کو آسمان کی لعنتیں سہنے اور حوادث روزگار کے تھپیڑے کھانے کے لیے افتادہ چھوڑ دے۔ اس وقت وہ شریعت جو

پوری امت کے رگ و ریشے میں وحدت کا خمار پیدا کرنے آئی تھی خود ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی ہے اور اس کے پیرو جن کا خدا اور معبود ایک ہوتا ہے جن کا پیغمبر اور ہادی ایک ہوتا ہے جن کی کتاب اور شریعت ایک ہوتی ہے خود شریعت ہی کے نام پر مختلف راہیں اختیار کر لیتے ہیں۔ یہ کسی قوم کی انتہائی پستی اور بدبختی کی معراج ہے اہل کتاب کے صحیفۂ زندگی کا سب سے بدتر اور سیاہ ترین داغ یہی ہے۔

مسلمانوں کو تنبیہ کی گئی تھی کہ دیکھو یہ تمہارے پیشروؤں کی تباہی کا سب سے بڑا سبب ہے اس سے ہمیشہ دور رہنا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ (انعام ۲۰) — جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور مختلف ٹولیوں میں بٹ گئے تمہارا ان سے کوئی واسطہ نہیں۔

ایک اور دوسرے مقام پر ان تفرقہ پردازوں اور وحدت دینی کے چشمۂ صافی کو اختلاف و تفرق کی کثافتوں سے مکدر کرنے والوں سے تبری کا حکم دیتے ہوئے قرآن حکیم نے اس حقیقت کو اور زیادہ بے نقاب کر دیا ہے کہ فرقہ بندی ضلالت کا گہوارہ، اہواء کی پرستش اور فرمان الٰہی سے عدوان اور کھلی ہوئی بغاوت ہے

.... وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا ۔ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ۔ (روم ۔۴) — اور اے مسلمانو تم مشرکین کی راہ مت چلنا جو اپنے دین میں تفریق پیدا کر کے گروہ گروہ بن گئے اور حال یہ ہے کہ ہر گروہ کے پاس جو کچھ ہے اسی پر وہ فریفتہ ہے۔

دیکھا آپ نے شرک اور تفریق دین کی سرحدیں کس قدر ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہیں؟ قرآنی اسلوب بیان کیا اشارہ کر رہا ہے؟ انہی خوفناک خطرات سے بچانے کے لیے قرآن نے بار بار مسلمانوں کو ایک صراط مستقیم پر چلنے اور حبل اللہ کو ہاتھ سے تھامے رہنے کی دعوت دی تھی وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۔

قرآن کی نگاہ میں تو قوم کا معمولی اور غیر ملی اختلاف بھی قوم کی ساکھ مٹا دینے کے لیے کافی ہے۔

تحریف کتاب اہل کتاب کا دوسرا سب سے بڑا جرم کتاب الٰہی میں ان کی لفظی اور معنوی تحریف ہے۔ ان کی نفسانی خواہشات ان کے لیے ایک مقدس قربان گاہ ہوتی تھیں جن پر کتاب الٰہی کی آیات نہایت آسانی اور بے دردی کے ساتھ قربان کر دی جاتی تھیں۔ مادی رغائب پر حکم خداوندی متغیر ہو سکتا تھا، زخارف دنیوی کے بدلے آیات قرآنی فروخت کی جا سکتی تھیں، ضرورت پیش آنے پر عبارتوں کو الٹا پلٹا جا سکتا تھا، الفاظ کے بالکل اچھوتے معانی بیان کیے جا سکتے تھے، صاف اور سلیس فقروں کی غلط لیکن ضرورت کے مطابق تاویلیں کی جا سکتی تھیں۔ غرض کتاب کیا تھی، علماء کے ہاتھ میں ایک کھلونا تھا کہ اس سے جس طرح چاہتے تھے کھیلتے تھے۔

قرآن مجید میں علماء یہود کے کارناموں کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے:۔

فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ الاٰية ۔ (بقرہ ۶۵)	پس ظالموں نے خدا کا وہ قول بدل ڈالا جو ان سے کہا گیا تھا۔

دوسری جگہ اور کھول کر ان کی اس شرارت کا حال بیان ہوا ہے:۔

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتَابَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا، فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ۔ (بقرہ ع۹)	پس خرابی ہے ان لوگوں کے لیے جو کتاب (توراۃ) اپنے ہاتھوں سے اپنی طرف سے گڑھ کر لکھتے ہیں پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ خدا کی طرف سے ہے (ایسا کرتے ہیں) تاکہ اس کے بدلہ تھوڑا مال خریدیں پس افسوس ہے کہ انہوں نے اپنے ہاتھوں سے لکھا اور خرابی ہے ان کے لیے کہ وہ ایسی کمائی کرتے تھے۔

اس طرح کئی مقام پر یہود کی اس ناپاک حرکت کا ذکر آیا ہے کہ وہ الفاظ اور عبارات میں تحریف کیا کرتے تھے يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ۔ اس تحریف کے جادو سے وہ دین دنیا دونوں کو اپنا بنانا چاہتے تھے اور فسق و فجور کی ان تمام لعنتوں کے باوجود اپنی محبوبیت کے غرہ میں فردوس کو اپنا حق ملکیت سمجھے بیٹھے تھے کہ ہمارے ہوتے کون اس کا حق دار ہے؟ ہاں ممکن ہے ہم میں سے بعض لوگوں کو گوسالہ پ

کے جرم میں دو چار روز کی سزا ہو جائے۔

ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ وَغَرَّهُمْ فِي دِينِهِم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ۔ (آل عمران ۳)

یہ اس وجہ سے کہ وہ کہتے تھے (یعنی ان کا اعتقاد تھا) کہ ہیں آگ نہ چھوئے گی مگر چند روز تک اور اپنے دین کے بارے میں انھیں دھوکے میں ڈال رکھا تھا اس چیز نے جو وہ گڑھتے تھے (کتاب میں)

اسی طرح نصارٰی کے متعلق بھی فرماتا ہے۔

وَمِنَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَىٰ أَخَذْنَا مِيثَاقَهُمْ فَنَسُوا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوا بِهِ (مائدہ ۳)

اور ان لوگوں سے جو اپنے کو نصارٰی کہتے ہیں ہم نے میثاق لیا تھا لیکن انہوں نے بھلا دیا ایک حصہ اس چیز کا جس کے ذریعہ انھیں تذکیر کی گئی تھی (یعنی کتاب الٰہی)۔

کتمان حق | تحریف کے علاوہ جو کچھ تعلیمات اپنے اصلی رنگ و روپ میں موجود رہ گئی تھیں وہ بھی ان کوربالمنوں کی مصلحت پرستیوں کی بدولت منظر عام پر نہ آسکتی تھیں سورج سے زیادہ صاف اور واضح حق کو نگل جانے میں انھیں باک نہ ہوتا۔ ان کے نزدیک حق و باطل میں کوئی تضاد نہ تھا۔ ہر ایک دوسرے کی جگہ نہایت آسانی سے لے سکتا تھا۔ دل اعتراف حق کے اضطراری جذبات سے مملو ہوتا لیکن زبان اپنی لن ترانیوں کے شور سے باز نہ آتی انھیں بار بار اس شیطانی نفاق پر متنبہ کیا جاتا تھا کہ

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ۔ (بقرہ ۵)۔

حق و باطل کو گڈمڈ نہ کرو نہ حق کو چھپاؤ درانحالیکہ تم جانتے ہو۔

نبی موعود کا وہ بڑی بے چینی سے انتظار کر رہے تھے لیکن صرف اس حسد کی بنا پر کہ مسیح کی بشارت کا ظہور بنی اسرائیل کے بجائے بنی اسمٰعیل میں کیوں ہوا، بیک جنبش لب میثاق الٰہی کی دھجیاں اڑا کر رکھ دیں، اور بجائے اس کے کہ اپنی کتاب کی بے شمار پیشین گوئیوں کے مطابق اس رہبر کامل اور ہادی کونین کی دعوت پر سب سے

پہلے لبیک کہتے انہوں نے تکذیب میں سب پر سبقت کی اور پھر حق کو مجروح کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ چھوڑا

قرآن حکیم نے ان کی اس باطل پرستی اور علانیہ حق پوشی پر فرمایا۔

وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۭ بِهٖ الآیۃ (بقرہ ۵) اور ایمان لاؤ اس چیز پر جو تم پر ہم نے آتاری ہے درآں حالیکہ وہ اس کے مطابق ہے جو تمہارے پاس ہے (تورات) اور سب سے پہلے تمہیں اس کا انکار نہ کرو (جبکہ سب سے پہلے تمہیں کو اس پر ایمان لانا چاہیے تھا)۔

انہوں نے صرف اسی زبانی تکذیب پر اکتفا نہ کیا بلکہ اپنی کتاب کی پیشین گوئیوں کو جو رسول عربی کے متعلق تھیں یا تو سرے سے نکال ہی ڈالا یا تحریف کا رنگ دے کر کچھ کا کچھ کر دیا۔ ان کی ساری کوششیں اس بات میں صرف ہونے لگیں کہ کسی طرح سے بھی تورات کا کوئی شوشہ پیغمبر عرب کی تصدیق نہ کر سکے۔ اسی وجہ سے اگر ان کا کوئی فرد تورات کی ایسی آیتیں مسلمانوں کے سامنے پڑھتا جس سے پیغمبر اسلام کی صداقت ثابت ہوتی تھی تو وہ اس کو بری طرح کوستے اور کہتے کہ تم مسلمانوں کو ایسی باتیں کیوں بتا دیتے ہو جو خود ہمارے مقابلہ میں دلیل بن جاتی ہیں۔ وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ۔ (بقرہ: ۹)۔

خاتم الانبیاء کی تکذیب کا وہ آغاز بر وست اہتمام کرتے تھے لیکن خود ان کے قلوب کیا پکار رہے تھے؟

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ الآیۃ (انعام ۲) جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی تھی وہ اس قرآن (یا رسول) کو اسی طرح پہچانتے ہیں جس طرح وہ اپنے بیٹوں کو جانتے پہچانتے ہیں۔

یہ تو قومی اور نسلی حسد کی کارفرمائیاں تھیں کہ آفتاب حق کو چمکتا دیکھتے اور اس پر خاک جھونکنے کی کوشش کرتے دوسری طرف متاع دنیوی کی محبت بھی ان کی شقی روحوں میں بری طرح پیوست ہو چکی تھی۔ صداقت کی غیر معمولی کشش دلوں کو کھینچے تو لیتی تھی پر جب وہ دیکھتے کہ اسلام کی حلقہ بگوشی اختیار کرنا گویا ہوا و نفس

کی قربانی دینا اور آرام و سکون سے ہاتھ دھونا اور سارے عرب و عجم کے خلاف لڑائی مول لینا ہے تو حق کی روشنی چمک کر بجھ جاتی نتیجہ یہ ہوتا کہ چند روزہ راحت کے بدلہ ابدی ذلت اور مصیبت خرید لیتے ان کی اسی تجارت کی طرف اشارہ ہے :-

اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ (سورۃ البقر ۲)

یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے گمراہی کو ہدایت کے بدلہ خریدا ہے لیکن نہ تو ان کی یہ تجارت ہی کچھ نفع بخش ہوئی اور نہ یہ لوگ ٹھیک راہ پر رہے۔

ان کے اس تذبذب یعنی اعتراف حق اور حب باطل کی مثال ایسی ہی تھی جیسے موسلا دھار بارش ہو رہی ہو، آسمان سے زمین تک تاریکی مسلط ہو بجلی کڑک چمک رہی ہو، اس طوفان کے اندر کوئی شخص کبھی تو روشنی دیکھکر آگے قدم اٹھاتا ہو کبھی ظلمت شب سے مجبور ہو کر کھڑا ہو جاتا ہو کبھی بجلی کی کڑک سے کانوں میں انگلیاں ٹھوس لیتا ہو۔ اسی طرح آسمان شریعت سے جب رحمت محمدیہ کی بارش ہوئی جس کے ساتھ وعد بھی تھا وعید بھی تھی، نفس کی ظلمت بھی تھی فطرت کا نور بھی تھا، دنیا کی شکل بھی تھی آخرت کی تصویر بھی تھی تو ان یہودیوں کا باطن ایسی ہی متضاد کیفیات اور تفکرات کی کشمکشوں میں مبتلا تھا۔ کبھی فطری اضطرار کی وجہ سے آگے لپکتے کبھی حب الدنیا اور کراہت موت دامن پکڑ کر پیچھے کھینچ لیتی۔ خدا نے انھیں سمجھایا کہ حق کو اتنے سستے داموں نہ بیچو، ڈرنا ہو تو مجھ سے ڈرو، دنیا کے کمزور انسانوں سے کیوں مرعوب ہوئے جاتے ہو۔ وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ ۖ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِىْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۡ وَّاِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ۔

حب عاجلہ اور کراہیت موت | موت کا خوف اور دنیا کی محبت ساری بربادیوں اور ذلتوں کا گہوارہ ہے

ایک مرتبہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ایک زمانہ آئے گا کہ تم کثرت آبادی اور فراوانی اسباب کے باوجود دشمنوں کا لقمۂ تر بن جاؤ گے۔ صحابہؓ نے فرط حیرت سے بیخود ہو کر پوچھا وہ کیسے؟ آپ نے فرمایا تم میں

وہن پیدا ہو جائے گا؛ لوگوں نے پوچھا، وَمَا الوھن ؟ وہن کیا چیز ہے آپ نے تبلایا حب الدنیا وکراہیة الموت (دنیا کی محبت اور موت سے فرار) چنانچہ یہود کی یہ سب سے بڑی نمایاں خصوصیت تھی جس نے انکو ہر طرح ذلیل وخوار کیا، انکی کتاب حیات کے سرورق ہی پر نہایت موٹے موٹے خطوں میں یہ لکھا ہوا ہے کہ جب ان کے پیغمبر نے حیات ابدی کی انھیں راہ تبلائی اور اعلاء کلمة اللہ کے لیے میدان جہاد میں اترنے کے لیے کہا تو انھوں نے نہایت صفائی سے کہدیا جاؤ تم اور تمہارا خدا دونوں لڑیں ہم یہاں بیٹھ کر نتیجہ کا انتظار کرتے ہیں۔ ان کے نبی نے کہا کہ ارض مقدسہ پر قبضہ کرلو۔ خدا نے اس زمین کا تم سے وعدہ کیا ہے انہوں نے جواب دیا کہ ہم تو وہاں ہرگز نہ جائیں گے۔ وہاں تو بڑے زبردست لوگ رہتے ہیں۔ اس قسم کی بزدلی کے واقعات سے ان کی تاریخ لبریز ہے۔

جب وادی مکہ سے آفتاب ہدایت کا ظہور ہوا تو یہی زندگی کی محبت ان کی آنکھوں کا حجاب بن گئی۔ دنیا کا حسن وجمال ان کی آنکھوں میں کھب چکا تھا۔ وہ اس پر مفتون تھے اور کسی بڑی سے بڑی قیمت کے عوض بھی اپنی اس متاع گراں کو بیچنے پر راضی نہ تھے۔ ان کے دل اقرار کر رہے تھے کہ اسلام حق وصداقت کا پیکر اور آسمانی بادشاہت کے قیام کا داعی ہے لیکن صرف یہ چیز انہیں اسلام قبول کرنے سے روک رہی تھی کہ دین ان سے قربانیوں، جان اور مال اور لذات دنیوی، سب کی قربانیوں کا طالب تھا۔ وہ حق کو حق جاننے کے باوجود حب جاہ ومال اور عشق دنیا سے مجبور تھے۔ پھر جب ان کا راس المال ہی خطرہ میں پھنس جاتا تو ان کا حزم وتدبر انھیں ایسی بازی لگانے ہی کیوں دیتا۔

یہ ان کے شیطانی وسوسے تھے جو ان کے بدن کے رگ وریشہ میں خون کی طرح سرایت کیے ہوئے تھے چنانچہ قرآن نے ان کا راز کھولا۔

فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ

پس تم دیکھو گے ان کو جن کے دلوں میں مرض ہے کہ آپس میں بڑی دوڑ دھوپ کر رہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ اندیشہ ہے

فَعَسَی اللّٰهُ اَنْ یَّاْتِیَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَیُصْبِحُوْا عَلٰی مَآ اَسَرُّوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِیْنَ۔ (مائدہ ۸)

لانے سے مصائب میں گھر جانے کا خوف ہے۔ پس قریب ہے کہ خدا فتح نازل کرے یا اپنی طرف سے کوئی اور بات۔ اس وقت وہ اپنے اُن وساوس پر نادم ہوں گے جنہیں دل میں چھپاتے ہیں۔

گویا وہ حق سے روگردانی کو اس وجہ سے جائز سمجھتے بلکہ اس پر مصر تھے کہ اس کی راہ مظلومیت اور بےکسی کے کانٹوں سے بھری ہوئی تھی۔ آخر نَخْشٰۤی اَنْ تُصِیْبَنَا دَآئِرَةٌ کے عذرات اِنَّ "اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَ اَحِبَّآؤُهٗ" کی زبانوں سے کیوں نکلتے تھے؟ اس لیے کہ ان کی نظر میں اس خاکدان عالم کے حدود سے ماوراء اقی ہی نہ تھیں۔ حیات دنیوی کی آسائشیں ان کو محبوب تھیں اور ان سے دست بردار ہونا ان کے حیطۂ امکان سے باہر تھا۔

وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰی حَیٰوةٍ۔ (بقرہ ۱۱)

ان یہودیوں کو تم دنیا کی زندگی کا سب سے زیادہ حریص پاؤ گے۔

اور اس لیے کہ اسلام کی راہ پھولوں کی سیج نہ تھی یہاں تو پہلے ہی قدم پر دنیا سے منہ موڑ کر موت کو اہل دل کی عین زندگی اور چشمۂ حیات کا گھاٹ ہے دوڑ کر بلانا پڑتا تھا۔ اور وہ اس سے اتنی ہی تیزی کے ساتھ بھاگتے تھے۔ ذیل کی آیت انھیں معاندین حق اور ظالمین فطرت کو مخاطب کر رہی ہے۔

قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْكُمْ الایۃ (جمعہ ۱)

کہدو کہ جس موت سے تم بھاگتے ہو وہ تمہیں پاکر رہے گی۔

گویا ذلت کی موت مرنا اور یوم آخرت کی رسوائیوں کو قبول کرنا آسان تھا لیکن حیات ابدی کے جادہ میں آگے بڑھنا اور رضائے الٰہی کی طرف قدم اٹھانا دشوار بلکہ ناممکن تھا۔

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبیست

اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا بِالْاٰخِرَةِ...........

علماء سوء | حدیثوں میں ہے کہ جب کسی امت کے برُے دن آتے ہیں تو سب سے پہلے اس کے علماء اور امراء گمراہ اور بدچلن ہو جاتے ہیں۔ پیشوایان ملت امت کا شیرازہ اور حیات قومی کا قوام ہوتے ہیں۔ سو کتنی بڑی بدبختی اور ہلاکی ہے اس قوم کے لیے جس کا شیرازۂ زندگی ہی نفسانیت کے ہاتھوں تار تار ہو چکا ہو۔ اور کس قدر باعث عبرت ہے وہ امت جس کا قوام ملی ہی فاسد اور زہریلا ہو چکا ہو۔

اسرائیلی امت کے احبار اور رہبان کا کیا حال تھا؟ اور یہ امت انھیں کیا سمجھ بیٹھی تھی؟ یہ احبار و رہبان ورثۃ الانبیاء اور شہداء للناس نہ تھے بلکہ خود پیغمبر تھے بلکہ ایک گونہ خدا بن بیٹھے تھے۔ شریعت ان کی زبان و قلم کی پیرو تھی، اشیاء کی حلت و حرمت ان کی آراء و مصالح کی تابع تھی، چاندی سونے کے سکوں پر وہ سماوی فرامین بدل دے سکتے تھے، یعنی وہ شریعت کے تابع نہ تھے بلکہ شریعت خود ان کی تابع تھی اور انھیں کتاب میں نسخ و ترمیم اور حذف و اضافہ کے حقوق گویا من جانب اللہ حاصل تھے۔ امت انھیں دنیا اور آخرت ہر لحاظ سے مختار کامل سمجھ کر انھیں کو پوجتی تھی۔

اِتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ۔ انہوں نے خدا کو چھوڑ کر اپنے احبار اور رہبان کو معبود بنا لیا۔

اس آیۂ کریمہ کے بارے میں صحابۂ کرام نے آنحضرت صلعم سے استفسار کیا کہ انھوں نے اپنے علماء کو خدا کب بنایا تھا؟ آپ نے فرمایا۔ جس چیز کو وہ حلال کہدیتے اسے حلال سمجھ لیتے اور جس چیز کو حرام کہتے وہ اسے حرام سمجھ لیتے، احکام الٰہی کی انھیں کوئی پروا نہ ہوتی۔

یہ علماء سوء اپنے فرائض کلیۃً فراموش کر بیٹھے تھے، انھیں اپنے نفس کی پوجا سے فرصت ہی نہ ملتی تھی، دنیا کے یہ پرستار تھے اور امت انکی پرستار، روح شریعت ان کے ہاتھوں بری طرح مجروح ہو چکی تھی، تحریف کتاب اور کتمان حق کی مختصر داستان تو آپ اوپر کی سطروں میں پڑھ چکے ہیں بعض فرائض جو اس گروہ سجادہ نشینان رسول کا خاص مشن ہوتے ہیں ان کے بارے میں بھی اس جماعت کا رویہ ابلیس کے

طرز عمل سے کچھ مختلف نہ تھا۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر سے اعراض | علماء اور مشائخ کا سب سے اہم فرض امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہے مگر اس کے بارے میں یہود کے احبار و رہبان نے جو تفریط برتی اظہر من الشمس ہے۔ ہر امت بجائے خود سچائی کی گواہ ہوتی ہے، شریعت کی روشن شمع اس کے ہاتھوں میں اسی لیے دی جاتی ہے کہ عالم فطرت کے کسی گوشہ میں تاریکی کا نام ونشان باقی نہ رہ جائے۔ ساری دنیا امن کا گہوارہ اور عدل وقسط کی میزان بن جائے، اللہ کی زمین باطل کے شر سے پاک اور نیکی کے خوش آیند پھولوں سے رشک فردوس اور پر بہار بن جائے۔ علماء امت اور خواص کا مقام اس مقصد عظیم کے حصول میں نہایت بلند ہوتا ہے۔ ان کے تار نفس کی ہر صدا کو صداقت کا نغمہ ہونا چاہیے۔ وہ لوگوں کے لیے اسوہ ہوتے ہیں، انبیاء کے جانشین اور دین و شریعت کے امین ہوتے ہیں، اس لیے امر بالمعروف کی ذمہ داری ان کے بدن کے رونئیں رونئیں پر ہوتی ہے اور وہ اس فرض سے ہرگز سبکدوش نہیں ہو سکتے تاوقتیکہ ان کے جسم کے ایک ایک رونگٹے سے اتباع شریعت کی روح نہ ٹپکنے لگے، ان کا باطن جمال حقیقت کا آئینہ نہ ہو، ان کی آنکھوں میں مشکوٰۃ نبوت کا پرتو نہ ہو، ان کی پیشانی بجائے خود مصحف الٰہی نہ ہو، وہ حق کے مبلغ ہوں لیکن سراپا حق بن کر، تذکیر ان کا شیوہ ہو لیکن مجسم عمل بن کر، ورنہ کھوکھلے سینوں کی نکلی ہوئی صدائیں فضائے بسیط میں گم ہو کر رہ جائیں گی، وہ دنیا کے اندر کوئی انقلاب برپا نہیں کر سکتیں۔ ایسے علما جن کا باطن عمل کے جوہر سے خالی ہو قدرت کے نزدیک لعنت کے مستحق اور قوم کے لیے عذاب اور تباہی کا پیغام ہوا کرتے ہیں۔ علماء یہود پر جب شقاوت کا عفریت مسلط ہو گیا تو وہ اس فرض کی ادائگی سے علانیہ دست کش ہو گئے، معروف کو منکر اور منکر کو معروف بنا ہوا دیکھتے مگر اس کے خلاف ایک آواز بھی نہ اٹھاتے۔ قرآن حکیم نے ان احبار کو نہایت حقارت آمیز لہجہ میں توبیخ کی ہے۔

لَوْلَا يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ علماء اور احبار نے انھیں گناہ کی باتیں کہنے اور

عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ اور حرام کے مال کھانے سے کیوں نہیں روکا؟ بہت برا ہے

مَا كَانُوا يَصْنَعُوْنَ (المائدہ - ۹) جو وہ کرتے تھے۔

لیکن ان کی داستان اسی پرختم نہیں ہو جاتی کہ انہوں نے لوگوں کو برائی سے روکنا ہی چھوڑ رکھا تھا بلکہ وہ خود اپنے نفس کو بھول بیٹھے تھے اگر کبھی حق پرستی کا ولولہ جوش میں بھی آتا تو غیروں ہی کے لیے۔خود اس قید و بند سے آزاد تھے۔

اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم کیا تم لوگوں کو تو نیکی کا حکم دیتے ہو اور خود اپنے کو بھول

وانتم تتلون الکتاب افلا تعقلون۔ جاتے ہو درانحالیکہ تم کتاب پڑھتے ہو کیا تم (اتنا بھی)

(بقرہ ۵) نہیں سمجھتے۔

جب ارباب علم و دانش اور خواص امت کا یہ حال ہو جائے تو تا بدیگراں چہ رشد جب مرکز نصح اور سرچشمۂ خیر ہی مفاسد کا ملجا اور پشت پناہ بن جائے تو پھر قوم سکرات موت کا کب تک مقابلہ کر سکتی ہے۔یہ معصیت افراد کی معصیت نہیں بلکہ قوم و ملت کے لیے لعنت ہے اسی بنا پر حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ ایسے علماء قیامت کے دن سب سے پہلے جہنم میں داخل ہونے والوں میں سے ہیں جن کا قول کچھ رہا ہو اور عمل کچھ۔

احکام شرعی سے بے اعتنائی تحریف کتاب اور کتمان حق کے ابواب میں بالاختصار یہ عرض کیا جا چکا ہے کہ احکام آلہی کا بیشتر حصہ علمائے دنیا پرست کی ہوسناکیوں اور مصلحت پرستیوں کی نذر ہو چکا تھا اور وہ مقدس قوانین جو دنیا کو مظالم کے شر سے پاک کرنے، بہنائے عالم پر میزان عدل و قسط قائم کرنے اور انسانی قلوب میں حق و سعادت کی تخم ریزی کرنے کے لیے خدائے احکم الحاکمین کی طرف سے کہ مرکز فہم و تدبر اور سرچشمۂ خیر و انصاف ہے نازل ہوئے تھے ان شقی اور بدکیش رہنماؤں کی بدولت کہ وارثۃ الانبیاء تھے خود نگاہوں سے مستور ہو گئے اور صد افسوس کہ فلاح و نجات کا صافی چشمۂ حیوان ان دجاجلۂ امت کی نفسانی کثافتوں سے

کذر ہو کر دنیا اور دنیا والوں کے لیے پیام حیات کے بجائے دعوت مرگ اور بنائے ظلم و فساد بن گیا اعتقادات سے لے کر اخلاقیات معاملات اور سیاسیات تک، یعنی دینی و دنیوی معاملات کے ایک ایک شعبہ میں احکام آلٰہی کے بجائے احکام طاغوت کا تخت بچھا ہوا تھا۔ جو دو چار شرعی قوانین ان کی دست برد سے محفوظ اور اپنے اصلی رنگ و روپ میں باقی رہ گئے تھے وہ بھی نا آشنائے عمل تھے صحیح مسلم میں ہے کہ آپ نے ایک یہودی کو دیکھا جسے ارتکاب فاحشہ کی پاداش میں منہ سیاہ کر کے کوڑے لگائے جا رہے تھے آپ نے یہودیوں سے پوچھا کیا توراۃ میں زنا کی حد یہی ہے؟ انہوں نے جواب دیا ہاں۔ پھر آپ نے ایک یہودی عالم کو خدا کا واسطہ دیکر دریافت فرمایا تو اس نے کہا اگر آپ خدا کو گواہ ٹھہرا کر نہ پوچھتے تو میں ہرگز نہ بتاتا لیکن اب تو کہنا ہی پڑا۔ بات یہ ہے کہ ہمارے رؤسا اور اشراف قوم میں زنا کی بڑی کثرت ہو گئی، ہم ان کا لحاظ کرنے لگے، جب کوئی رذیل اور چھوٹا آدمی اس جرم کا مرتکب ہوتا تو ہم اصلی حد جاری کر کے اسے سنگسار کرتے اور امرا کو چھوڑ دیتے، بالآخر ہم نے غور و خوض کے بعد ایک متوسط درجہ کی سزا تجویز کی یعنی سنگسار کرنے کے بجائے کوڑے مارنا اور منہ کالا کرنا۔ اب یہی شرعی قانون کی حیثیت سے جاری ہے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے ایک یہودی کو توراۃ کی عبارت جسمیں حد زنا کی تصریح تھی پڑھنے کے لیے حکم دیا تو اس نے آگے پیچھے کی عبارت تو پڑھ دی مگر آیت رجم پر ہاتھ رکھکر چھپا دینا چاہا۔

مخزومی عورت پر جب قضائے اسلامی نے چوری کے بدلہ میں قطع ید کا فیصلہ کیا تو لوگوں کے کہنے کی وجہ سے اُسامہ بن زید نے اس کے حق میں سفارش کی، داعی حق یعنے خلافت آلٰہی کے موسس اور احکام آلٰہی کے مبلغ کا چہرۂ مبارک غصہ سے سرخ ہو گیا۔ آپ نے فرمایا کیا تم حدود اللہ کے بارے میں سفارش کرتے ہو؟ تم سے پہلے کی قومیں اسی وجہ سے عتاب خداوندی کی زد میں آکر ہمیشہ کے لیے ہلاک ہو گئیں کہ جب کوئی بڑا اور امیر شخص چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور اگر کوئی غریب اور معمولی انسان اسی جرم

میں گرفتار رہوتا تو لوگ اس پر حد جاری کر دیتے۔ (صحیح مسلم کتاب الحدود)

احکام شرعی میں اہل کتاب خصوصاً یہودیوں کی جرأت اس حد تک پہنچ چکی تھی۔ وہ اپنی زندگی کا جو قدم اٹھاتے وہ احکام دین اور مشعل ہدایت کی روشنی میں نہیں بلکہ نفس کی ظلمتوں اور دنیا طلبی کی خوفناک تیرگیوں میں اٹھاتے۔ وہ حاملین توراۃ ضرور کہلاتے تھے لیکن ان کے عرصۂ حیات کا ایک ایک گوشہ اس کے جمال مقدس کی تابانیوں سے بے نور تھا۔ آخر کار یہی ہوا کہ انہوں نے انسانی فرائض کے سارے حدود توڑ ڈالے اور بدترین خلائق میں جا ملے۔ ان کی مثال کس قدر عبرت انگیز ہے۔

مَثَلُ الَّذِينَ حُمِّلُوا التَّوْرَاةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا (جمعہ ۱)

جن لوگوں کے سر توراۃ لادی گئی (جن کو دی گئی) پھر انہوں نے اس کو نہ اٹھایا (اس پر کاربند نہ ہوئے) ان کی مثال اس گدھے کی سی ہے جس پر کتابیں لدی ہوں۔

جب انہوں نے اپنا الحاق انعام اور بہائم سے کر لیا تو پھر ایسا کیوں نہ ہوتا کہ خداوندی برکات سے محروم ہو کر رہ جاتے، ذل و مسکنت ان کی پیشانی کا طرۂ امتیاز بنتی، رضائے الٰہی اپنا رخ ان سے پھیر لیتی۔ انہوں نے قانون الٰہی سے بغاوت کی تھی۔ کائنات الٰہی نے ان سے بغاوت کی۔ انہوں نے اللہ کی زمین پر فساد کی گرم بازاری کی، زمین کی ساری نعمتیں ان سے روٹھ گئیں۔ انہوں نے کتاب الٰہی کو پس پشت ڈال دیا قدرت کی لعنتوں کے مستحق اور مغضوب ٹھہرے اور خدا نے صاف کہدیا۔

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَسْتُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ حَتَّىٰ تُقِيمُوا التَّوْرَاةَ وَالْإِنجِيلَ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ الایۃ (مائدہ ۱۰)۔

اے پیغمبر ان سے کہدو کہ اے اہل کتاب تم نہیں ہو کسی چیز پر جب تک کہ توراۃ و انجیل کو قائم نہ کرو نیز اس چیز کو جو تمہارے رب کی جانب سے تم پر نازل ہوئی ہے

یعنی تمہارا شرف و مجد بس اقامت کتاب اور حدود الٰہی کی تعلیم ہی تک تھا۔ تم نے اس مبارک سررشتہ کو ہاتھ سے چھوڑ دیا ہے نتیجہ یہ ہے کہ ہر طرح کی رسوائیاں تمہارے گلے کا طوق بن رہی ہیں۔

اس ورطۂ ہلاکت سے نکلنے اور ذلت و نکبت کے جہنمی حضیض سے نجات پانے کی صرف ایک ہی شکل ہے نفس اور خود پرستی کے ایک ایک بندھن کو کاٹ ڈالو قوانین الٰہیہ کو اپنی زندگی کا دستور العمل بناؤ تمہاری سعادت کے مٹے ہوئے نقوش پھر ابھر آئیں گے، زمین کی آغوش محبت تمہارے لئے کھل جائے گی اور آسمان کا دست شفقت تمہارے سروں پر ہوگا۔

وَلَوْ اَنَّھُمْ اَقَامُوا التَّوْرَاۃَ وَالْاِنْجِیْلَ وَمَا اُنْزِلَ اِلَیْھِمْ مِّنْ رَّبِّھِمْ لَاَکَلُوْا مِنْ فَوْقِھِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِھِمْ۔ آیۃ (توبہ ۱۱)

اور اگر یہ لوگ توراۃ وانجیل کو قائم کرتے اور اس چیز کو جو ان کے پروردگار کی طرف سے اتری ہے تو یقیناً کھاتے وہ اپنے اوپر سے اور اپنے پیروں تلے سے۔

لیکن ان یہود کا حال یہ تھا کہ اپنے خود ساختہ اصول و قوانین کے سامنے نصوص الٰہیہ اور احکام شرعیہ کو پرکاہ کے برابر وقعت نہ دیتے۔ خدا کا آخری مہیمن کلام جب نازل ہوا اور اس نے باطل کے سارے حجاب اٹھا کر خلافت الٰہی کی از سر نو تاسیس کرنی چاہی، اور احکام خداوندی کو ارض الٰہی کے اوپر نافذ کرنا چاہا تو یہ یہود کہا کرتے تھے اگر یہ پیغمبر ہمارے منشا اور مطلب اور ہمارے آئین کے مطابق کچھ فیصلہ کرے تو اسے مان لو ورنہ ٹھکرا دو۔ وَیَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِیْتُمْ ھٰذَا فَخُذُوْہُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْہُ فَاحْذَرُوْا۔

یہودیوں سے کہا گیا تھا کہ تمہارے لیے آپس کی خانہ جنگی اور خونریزی اور ایک دوسرے کے خلاف میدان جنگ میں صف آرائی حرام ہے کسی اسرائیلی کو غلام بنانا بھی ان کے لیے جائز نہ تھا لیکن زر پرستی نے جو ان کی قومی فطرت کا خمیر ہے انھیں مجبور کر دیا اور پھر ایسا ہوا کہ علی الاعلان ایک دوسرے کے خلاف لشکر آرائی اور قتل و خونریزی کرنا ان کا محبوب ترین شغلہ بن گیا صرف اس لالچ کی بنا پر کہ جنگ میں ہاتھ آئیں گے تو فدیہ میں بڑی بڑی رقمیں حاصل کریں گے۔ غلام بنا کر رکھنا تو حرام لیکن غنائم اور فدیے حاصل کرنے کے شوق میں فتنہ و فساد اور جنگ و پیکار سب حلال ہیں کیونکہ اگر اس حکم کی حرمت بھی برقرار رکھتے

تو پھر نفس کی تشنگی کیسے دور ہو؟ یہ تھی ان شہداءِ حق کی حقیقت نوازی اور حق پرستی۔ اللہ نے ان مفسدہ پرداز باغیانِ حق کو مخاطب کرکے کہا۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَکُمْ لَا تَسْفِکُوْنَ دِمَاءَکُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَکُمْ مِنْ دِیَارِکُمْ..... اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتٰبِ وَتَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَاءُ مَنْ یَّفْعَلُ ذٰلِکَ مِنْکُمْ اِلَّا خِزْیٌ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَیَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یُرَدُّوْنَ اِلٰٓی اَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللّٰہُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ۔ (بقرہ ۱۰)

اور جب ہم نے تم سے میثاق لیا کہ تم اپنے لوگوں کا خون نہ بہانا، اور نہ انھیں گھروں سے (جنگ کرکے) نکالنا ...... کیا تم کتاب کے بعض حصہ پر ایمان لاتے اور بعض سے اعراض کرتے ہو؟ پس جو شخص تم میں سے ایسا کرے اس کے لیے کوئی بدلہ نہیں بجز اس کے کہ دنیا میں رسوائی ہو اور قیامت کے دن ایسے تمام لوگ سخت ترین عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ اللہ تمہارے اعمال سے غافل نہیں ہے۔

یہودیوں کے متعلق قرآن میں متعدد مقامات پر تصریحات موجود ہیں کہ توراۃ کے احکام کو انہوں نے چھوڑ کر حسبِ خواہش اپنے من گھڑت آئین و قوانین کو نافذ کر رکھا تھا۔ کبھی کبھی وہ پیغمبر اسلام کی طرف معاملات کو فیصل کرانے کے لیے رجوع کرتے تھے، قرآن حکیم نے ان سے پوچھا کہ تم ایک طرف تو توراۃ کے احکام کو ٹھکراتے ہو اور انھیں قابلِ عمل نہیں سمجھتے، دوسری طرف داعی اسلام کو حکم قرار دیتے ہو، جو بہرحال احکام خداوندی کے مطابق ہی فیصلہ کریں گے تو کیا تم ان کے فیصلوں کے آگے اپنی سرکشی اور خود بین گردنوں کو ڈال دو گے؟

وَکَیْفَ یُحَکِّمُوْنَکَ وَعِنْدَھُمُ التَّوْرٰۃُ فِیْھَا حُکْمُ اللّٰہِ ثُمَّ یَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِکَ وَمَآ اُولٰٓئِکَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ۔

حدود و قصاص کے بارے میں انہوں نے دل کھول کر تصرف کیا، احکم الحاکمین کا بے لچک اور مساوی قانون سارے اسرائیلیوں کے لیے ایک تھا لیکن انہوں نے اس مساوات کو ظلم اور خلاف عدل

بنا کر چھوڑا، اور لوگوں کے مراتب کے لحاظ سے قانون میں کمی و بیشی کرنے لگے؛ اللہ کے نزدیک بندوں کی یہ ورازدستیاں کفر، فسق اور ظلم سمجھی جاتی ہیں۔ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُوْنَ۔ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُوْنَ۔ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ۔

اللہ کی حکومت قائم کرنے والے اگر اس طرح اسے مٹانے پر تل جائیں اور حدود الٰہی کو توڑ کر سطح ارض پر جبت اور طاغوت کی فرمانروائی کا تخت بچھا دیں تو پھر تعجب ہے اگر سنت الٰہیہ ان کے تاج غرور کو ذلت و مسکنت کے پاؤں سے روند نہ دے اور دنیا کی چند روزہ اور آخرت کی سرمدی رسوائیوں کا دردناک عذاب انہیں نہ دے۔ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ إِلَّا خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا۔ الآیۃ (باقی)

التعلیق الصبیح علی مشکوٰۃ المصابیح

تالیف جناب مولٰنا محمد ادریس صاحب کاندہلوی

مشکوٰۃ شریف علم حدیث کی مشہور و مستند کتابوں میں سے ہے جسمیں صحاح ستہ اور دوسری معتبر کتب حدیث کا عطر نکال کر رکھدیا گیا ہے۔ فاضل مؤلف نے عربی زبان میں اس کی شرح لکھی ہے جس کے متعلق مولٰنا انور شاہ صاحب مرحوم و مغفور جیسے علماء جلیل کی شہادت ہے کہ ابتک اس کتاب کی اس سے بہتر شرح نہیں لکھی گئی اس میں پچھلی تمام شرحوں کی خوبیاں جمع کردی گئی ہیں۔ انپر حسب ذیل خصوصیات کا اضافہ کیا گیا ہے:- ۱- اسرار شریعت اور حقائق و معارف اسلامیہ کے بیان کی طرف توجہ کی گئی ہے۔ (۲) ہر باب کی ابتدا میں اس کے مضمون کے لحاظ سے تمام آیات قرآنیہ جمع کردی گئی ہیں تا کہ حدیث اور قرآن کے درمیان مطابقت واضح ہوجائے۔ (۳) صحابہ و تابعین کے مذہب مفصل بیان کیے گئے ہیں اور اختلافی مسائل میں ائمہ اربعہ کے مذاہب پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ یہ کتاب فاضل مولف نے خود دمشق جا کر چھپوائی ہے، کاغذ اور طباعت بہترین ہے چار جلدیں طبع ہوچکی ہیں۔ دو جلدیں عنقریب چھپکر آنے والی ہیں۔ قیمت عـہ کلدار۔ عـہ حالی علاوہ محصول ڈاک

دفتر ترجمان القرآن سے طلب فرمائیے